سرفراز
لکھنؤ
ہر چند اہلِ جور نے چاہا یہ بارہا
ہو جائے محو، یادِ شہیدانِ کربلا
باقی رہے نہ نام زمیں پر حسینؑ کا
کسی کا زور عزیزو نہ چل سکا
عباسؑ نامور کے لہو سے دُھلا ہوا
اب بھی حسینیت کا علم ہے کھلا ہوا
(جوشؔ ملیح آبادی)
ایڈیٹر: مصطفےٰ احسنؔ رضوی

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا آرگن

دبیر نمبر

جلد ۵۵ | لکھنؤ ۱۷؍دسمبر ۱۹۷۶ء مطابق ۲۵؍ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ | نمبر ۱

ایڈیٹر
مصطفٰی حسن رضوی

(دبیر نمبر کے مرتب)
کاظم علی خاں

قیمت محرم نمبر: پانچ روپیہ
چندہ سالانہ: ۱۶؍روپیہ

سید انصار حسین پرنٹر و پبلشر
نے برائے آل انڈیا شیعہ کانفرنس
سرفراز قومی پریس میں چھپوا کر
دفتر سرفراز ۱۰: ان محل روڈ
لکھنؤ سے شایع کیا

فہرست مضامین

مرزا دبیر اور ان کے استاد میر ضمیر سے ملاقاتیں

عظیم آباد پٹنہ کے ایک ادیب نجات حسین خاں نے ۱۸۴۳ء میں لکھنؤ کے مذہبی مقامات کی زیارت اور مسلم الثبوت شعراء سے ملاقات کرنے کے لیے سفر کیا تھا۔ لکھنؤ میں اپنے قیام کے زمانہ کے واقعات انھوں نے ایک روزنامچہ کی شکل میں قلم بند کیے ہیں، اسی روزنامچہ کی بنیاد پر پروفیسر سید حسن صاحب نے ایک مبسوط مضمون قلم بند کیا جو قومی آواز لکھنؤ کی دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔

ہم ۲۲ راگست ۱۹۷۶ء سے مرزا دبیر اور میر ضمیر سے ان کی ملاقات کا حال درج کر رہے ہیں۔

(ایڈیٹر سرفراز)

مرزا دبیر کا مرثیہ سننے کے شوق میں نجات حسین خاں ۳۰ رمارچ ۱۸۴۳ء کو نواب مرزا صاحب کے ساتھ مولوی محمد مرزا صاحب کے امام باڑے میں حاضر ہوئے، لیکن ان کے پہنچنے کے قبل مرزا دبیر اپنا کلام سنا کر منبر سے نیچے اتر چکے تھے، یہ ایک عام مجلس تھی تقسیم شربت کے بعد نواب مرزا صاحب نے خاں صاحب کا مرزا دبیر سے تعارف کرایا، اسوقت مرزا دبیر منبر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ خاں صاحب کا بیان ہے۔

"دبیر کا جثہ سمجنی، قامت میانہ اور رنگ سبز مائل بہ سیاہی تھا۔ کاندھے پر سرخ رنگ کا ایک رومال رکھے ہوئے تھے۔"

نواب مرزا صاحب نے خاں صاحب کو دبیر سے ملاتے ہوئے کہا۔

"یہ زیارت تعزیہ و عزاداران و مرثیہ گویان و کملائے عصر و ممتازان دہر کی زیارت کو تشریف لائے ہیں"

یہ سن کر دبیر نے خاں صاحب کو نزدیک بلایا اور اپنی قربت سے مفتخر فرمایا۔ اس ملاقات میں کیا باتیں ہوئیں روزنامچے میں کچھ مرقوم نہیں ہے۔

دوسری مرتبہ خاں صاحب خود مرزا دبیر کے مکان پر مجلسِ عزا میں شریک ہوئے۔ یہ ایک خاص مجلس تھی اور اس میں دبیر نے اپنا تازہ کلام سنایا۔

خاں صاحب کا بیان ہے کہ مرزا دبیر ہر مہینے کی گیارھویں تاریخ کو اپنے گھر میں مجلس منعقد کرتے تھے اور اس میں نئے نئے مرثیے تحت اللفظ سنایا کرتے تھے اسی مجلس میں انھوں نے اپنے ایک شاگرد متخلص بہ منیر کا بھی مرثیہ خود پڑھ کر سنایا اور حاضرین نے خوب خوب داد دی، خاں صاحب کہتے ہیں۔

اگر اس مرثیے میں محض قدرے قلیل اصلاح تھی تو منیر نے بہت اچھا مرثیہ لکھا تھا اور یقین ہے کہ استاد کے بعد نام روشن کرے گا بلکہ گمان ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں جس طرح دبیر نے اپنے استاد سے منحرف ہو کر اپنے طور پر ناموری حاصل کی تھی، اسی طرح ان کا شاگرد بھی استاد کی پیروی کرے گا"

پچیسویں ربیع الثانی ۱۲۵۹ھ ۲۶ رمئی ۱۸۴۳ء کو خاں صاحب پھر مرزا دبیر کی مرثیہ خوانی کی مجلس میں شریک ہوئے یہ مجلس امام باڑہ میر باقر میں منعقد ہوئی تھی۔ امامباڑے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اس کی عمارت نہایت وسیع اور رنگا رنگ جھاڑ و فانوس دیوار گیروں اور انواع تکلفات سے آراستہ تھی۔"

تقریباً دس بجے دن کے وقت مرزا دبیر منبر پر تشریف لائے اور ایک طولانی مرثیہ بکمال متانت و بلاغت شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دردناک احوال میں پڑھا اس مرثیے میں انھوں نے تازہ واقعات کا بھی تذکرہ کیا تھا جو ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۹ھ میں کربلائے معلےٰ میں پیش آئے تھے۔ مجلس میں حاضرین کی تعداد دو ہزار کے قریب تھی، سب پر گریہ کا عالم طاری تھا۔ خاں صاحب لکھتے ہیں:

"مرزا شاعرانہ طبیعت، طلاقت بیانی پر گوئی اور خوش خوانی میں اپنا جواب نہیں رکھتے"

میر انیس سے مرثیہ سننے کے لیے نجات حسین خاں ۲۶ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۸۴۳ء کو مصطفیٰ خاں کے تعزیے خانے میں گئے یہ مقام ان کی جائے اقامت سے دور تھا لیکن اشتیاق نے راستہ آسان کر دیا۔ مجلس میں مجمع کثیر تھا۔ پہلے ایک شخص نے منبر پر آکر حدیث و فضائل امام بیان کئے پھر انیس نے بکمال فصاحت و بلاغت و متانت اور غایت تکلفات شاعری سے آراستہ مرثیہ سنا کر حاضرین میں گریہ و بکا پیدا کیا، ہر چہار طرف سے واہ واہ اور سبحان اللہ کی آوازیں بلند ہوتی رہیں۔ خاں صاحب لکھتے ہیں:

انیس کے کلام کی خوبی میں کوئی شبہہ نہیں خاندانی شاعر ہیں، آج کل دبیر کے سوا ان کا کوئی نظیر نہیں بلکہ خواص تو انھیں کو ترجیح دیتے ہیں۔

ضمیر: میر ضمیر کا کلام سننے کا خاں صاحب کو زبردست اشتیاق تھا، چنانچہ ۱۱ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ، ۱۲ اپریل ۱۸۴۳ء کو وہ حاجی مولانا سید حسن رضا صاحب کے یہاں مجلس میں ضمیر کا کلام سننے کے لیے شریک ہوئے۔ یہ مجلس ہرسیہ خوانی کی تھی۔ حاضرین کا اتنا ہجوم تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی بہت سے لوگ خیموں کی طنابیں پکڑے کھڑے تھے، مردوں کے علاوہ عورتیں بھی کلام سننے کو آئی تھیں اور ان کے لیے قنات باندھ کر الگ جگہ بنائی گئی تھی۔

اس کے علاوہ آس پاس کے مکانوں کی چھتوں پر بھی بے شمار عورتیں موجود تھیں حاضرین کے لیے پان بھی لائے گئے لیکن بھیڑ کی وجہ سے انھیں ٹھیک سے تقسیم کرنا ممکن نہ تھا، لہٰذا بانٹنے والوں نے گلوریوں کو ہاتھ میں لے کر مجمع میں پھینکنا شروع کیا۔ کسی کو گلوری ملی کسی کو نہ ملی۔ خاں صاحب کو مجمع کے وسط میں جگہ ملی تھی جہاں ایک تخت بچھا ہوا تھا اور اس پر ایک کرسی بچھی ہوئی تھی چار بجے شام کے قریب مرزا دبیر کے استاد میر ضمیر تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھے، پہلے انھوں نے چند ظریفانہ رباعیاں پڑھیں۔ اسکے بعد اپنا نو تصنیف ہرسیہ پڑھنا شروع کیا۔ مجمع میں ہر طرف خندہ اور قہقہے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں چار گھنٹے تک یہی کیفیت رہی پھر میر ضمیر نے پڑھنا ختم کیا اور اس کے ساتھ ہی مجلس بھی برخاست ہو گئی۔

پانچ دن کے بعد یعنی ۱۶ ربیع الاول کو نجات حسین خاں میر ضمیر کی ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ میر ضمیر ان کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آئے اور ان کے حالات دریافت کیے پھر "زبان ریختہ" میں انھوں نے جو سات بند، تصنیف کیے ہیں ان میں سے چند خاں صاحب کو سنائے اور وعدہ کیا کہ جمعہ کے دن مع بیاض خاں صاحب کے یہاں آئیں گے اور مزید کلام سنائیں گے میر ضمیر سے دوبارہ ملاقات ہوئی یا نہیں اور انھوں نے حسب وعدہ آ کر کلام سنایا یا نہیں اسکے بارے میں خاں صاحب نے پھر کچھ نہیں لکھا۔ نجات حسین خاں نے ہرسیہ کے الفاظ ہی لکھے ہیں۔

قابل: سید علی جان قابل اصلاً عظیم آبادی ہیں لیکن ان کی شاعری کا بیشتر زمانہ لکھنؤ اور کانپور میں گزرا، نواب قدسیہ کے یہاں ملازم تھے نجات حسین خاں کی ان سے پہلی ملاقات ۸ صفر ۱۲۵۹ھ کو راستے میں ہو گئی جبکہ خانصاحب مرزا دبیر کی مجلس مرثیہ خوانی سے واپس آ رہے تھے اسوقت دونوں میں مختصر گفتگو ہوئی لیکن ایک نے دوسرے کے مکان کا پتہ نشان پوچھ لیا چنانچہ ۱۵ ربیع الاول کو صبح کے وقت قابل خانصاحب کے یہاں بغرض ملاقات آئے اور دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہے انھوں نے بتایا کہ وہ ناسخ کے شاگرد رشید مرزا مہدی مقبول کے مکان واقع محلہ مفتی گنج میں رہتے ہیں۔